رسولِ اکرمؐ کے سیرت نگار

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، سابق پروفیسر عربی، پنجاب یونیورسٹی

مشرق و مغرب کی اکثر علمی زبانوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک پر مختلف درجہ اور مختلف ضخامت کی اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ حصر و شمار سے باہر ہے. چنانچہ بیسویں صدی کی ابتداء میں جب آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ نے "محمدؐ اور ظہور اسلام" کے نام سے آنحضرتؐ کے حالات پر ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی تو اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔ "حضرت محمد (صلعم) کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کو ختم کرنا ناممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے"[۱] تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ جس کی طرف پروفیسر ممدوح نے اشارہ کیا ہے، بدستور جاری ہے' اور آئندہ بھی جاری رہے گا. مقالہ ہذا میں سردست ان عربی کتابوں کا ذکر بطور تعارف کیا جاتا ہے جو فن سیرت میں اصلی یا ثانوی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں، اور فی زمانِنا مروج و متداول ہیں، اور جن کا دینی اور تاریخی مقالوں اور کتابوں میں اکثر حوالہ آتا ہے۔ اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مستند اور تازہ ترین معلومات فراہم کی جائیں اور مطبوعہ کتابوں کے بہترین اڈیشنوں اور ان کے مستند اور متداول تراجم کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تاکہ اہل ذوق کو ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو۔

۱؎ "MOHAMMED AND THE RISE OF ISLAM" BY D. S. MARGOLIOUTH, P. iii. LONDON, 1905.

سیرت کے مطالعہ کی ضرورت

غیر مسلموں کا سیرت نبوی کے ساتھ اعتناء بیشتر اس وجہ سے ہے کہ وہ اس جلیل القدر بانیٔ مذہب کے حالات زندگی معلوم کرنا چاہتے ہیں، جس کی تعلیم نے دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا، اور ایک ایسی اُمت تیار کردی، جس نے اپنے شاندار کارناموں سے جریدۂ روزگار پر اپنا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے لئے سیرت نبوی کا مطالعہ محض ایک علمی مشغلہ نہیں ہے بلکہ ایک اہم دینی ضرورت ہے۔ خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۂ احزاب) یعنی اے ایمان والو! تمہارے لئے پیغمبر خدا کی ذات گرامی میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے۔" لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرا کہ وہ اس بات کو دریافت کریں کہ رسولِ خدا نے وہ کون سا نمونہ پیش کیا ہے جس کو قرآن کریم میں اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے۔ رسول مقبولؐ کا اسوہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں لامحالہ ان کی سیرت پاک کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

جو لوگ رسول خدا (صلعم) کے ہموطن اور ہمعصر تھے اور جن کو آپ سے بالمشافہ اصولِ اسلام سیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپؐ کا اسوہ ان کے سامنے تھا، لیکن جب آنحضرتؐ نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی، تو بعد کی نسلوں کے لئے آپ کی سیرت مبارک احادیث اور روایات کی روشنی ہی میں شمع ہدایت کا کام دے سکتی تھی۔ اس دینی ضرورت کے اقتضاء سے اہل اسلام نے اپنے ہادیٔ برحق کے احوال و اقوال کو اس احتیاط اور تفصیل سے محفوظ کر لیا ہے کہ بقول مولانا شبلیؒ "اس کی زبان کا ایک ایک حرف، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور اس کے حلیہ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا ہے"۔ اور آپؐ کی شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، طرزِ معاشرت خورد و نوش، لباس و پوشش اور نشست و برخاست کی ایک ایک تفصیل اس طرح قلمبند کرلی ہے کہ کسی شخص کے حالاتِ زندگی آج تک اس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ضبطِ تحریر میں نہیں آسکے۔ آنحضرتؐ کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے اکثر بانیوں کی تصویریں ناتمام ہیں، چنانچہ زرتشت کے متعلق آج تک یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ ایران کے

کس خطہ میں اور کس زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس بارے میں جو کچھ کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے، وہ علماء کا محض قیاس اور تخمینہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی کے صرف آخری تین سالوں کا حال معلوم ہے جو انھوں نے یہود کی اصلاح کی کوشش میں گزارے تھے اور جن کی کیفیت مروجہ اناجیل میں مذکور ہے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ تاریکی کے پردے میں مستور ہے۔ حتیٰ کہ ان کی پیدائش اور وفات دونوں کے متعلق مختلف مذاہب اور اقوام کی روایات اور آراء میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے ایک عام آدمی کے لئے ان کی زندگی ایک چیستان بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے برعکس بانی اسلام کی زندگی اور ان کے مشن کے ہر شعبہ کے متعلق اس قدر کثیر اور وافر مواد اور مسالہ موجود ہے جس کا سمیٹنا ایک مورخ کے لئے بے حد مشکل کام ہے:

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار — گلچینِ تو از تنگیٔ داماں گلہ دارد

سیرت نگاری کی ابتداء

رسولِ خدا کی ذاتِ گرامی ابتداء نبوت ہی سے ان کے اصحاب کی غیر معمولی توجہ کا مرکز بن گئی تھی، چنانچہ آنحضرتؐ کے حین حیات یہ دستور شروع ہو چکا تھا کہ جب ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے ملتا تو وہ اس سے آنحضرتؐ کے حالات دریافت کرتا اور وہ اس کے جواب میں کسی تازہ وحی یا آنحضرتؐ کے کسی تازہ فرمان کا ذکر کرتا۔ آپؐ کی وفات کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، آپ کے پیروؤں کے دل میں اپنے پیشوا کی ذات مبارک، ان کے اخلاق و عادات اور ان کی تعلیم و تلقین کے دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ اس شوقِ جستجو سے رفتہ رفتہ روایات کا ایک وسیع ذخیرہ پیدا ہو گیا جو سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ آخر کار جب مسلمانوں کے ہاں دوسری صدی ہجری میں تصنیف و تالیف کا رواج ہوا، تو اہلِ علم نے ان روایات کو قلمبند کرنا اور ان کو مضامین کے اعتبار سے مرتب کرنا شروع کیا۔ جن روایات کا تعلق عقائد و عبادات سے تھا اور جن سے فقہی احکام مستنبط ہو سکتے تھے، ان سے علم حدیث کی کتابیں مدوّن ہوئیں۔ اور ان روایات سے جن میں آنحضرتؐ

کے حالاتِ زندگی مذکور تھے۔ فن سیرت کا سرمایہ تیار ہوا۔ اور وہ روایات جن میں رسولِ پاکؐ کے غزوات یعنی جنگوں کے واقعات مذکور تھے، فن مغازی کا موضوع قرار پائیں۔ چونکہ رسولِ مقبولؐ کی زندگی میں ان کے غزوات کو تاریخی لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے، اس لئے بعض اوقات "مغازی" کا اطلاق تمام فن سیرت پر ہوتا ہے۔

سیرتِ نبوی کے قدیم مصادر

صحابہ کرامؓ کے عہد میں صرف قرآن مجید کے جمع و تسطیر کا اہتمام ہو سکا اور پہلی صدی ہجری میں اسلام اور بانی اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق مختلف نوع کی جو روایات مسلمانوں میں شائع ہوئیں وہ سینہ بسینہ نقل ہوتی رہیں۔ ان کو اس خیال سے قلمبند نہیں کیا گیا تھا کہ کہیں قرآن پاک کے متن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔ پہلی صدی کے آخر میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر بیٹھے تو آپ نے دیکھا کہ جن صحابہ کرامؓ کے سینوں میں رسولِؐ خدا کے ارشادات اور دیگر تاریخی روایات کا ذخیرہ محفوظ تھا وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ اس سے ان کو اندیشہ ہوا کہ اسلامی اخبار و روایات کے مٹنے سے کہیں سنت نبوی کا علم بھی نہ مٹ جائے۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر اسلامی روایات کی جمع و کتابت شروع ہوئی۔

رسولِ پاک نے اپنی عمر عزیز کے آخری دس سال مدینہ میں گزارے تھے، اور ان کی وفات کے بعد اکثر صحابہ نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لئے مدینہ ہی حدیثِ نبوی اور روایاتِ اسلامی کا سب سے پہلا مرکز قرار پایا۔ یہاں کے سب سے بڑے عالم امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری تھے، جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فرمائش پر اسلامی روایات و آثار کی جمع و کتابت کا آغاز کیا۔ خلیفہ ممدوح کی مدت خلافت صرف ڈھائی سال ہے اس لئے اس مختصر سے عرصہ میں روایات کی تدوین کا کام مکمل نہ ہو سکا۔ لیکن ان کی تحریک سے مختلف علمی مرکزوں میں روایات کو ضبط تحریر میں لانے کا کام شروع ہو گیا۔ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی حدیث کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بصرہ میں امام

حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور کوفہ میں امام شعبی نے روایات کے جمع کرنے میں خاص کوشش صرف کی۔

امام زہری مکہ میں ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔ آپ قریش کے مشہور خاندان بنو زہرہ میں سے تھے، اس لئے زہری کہلائے۔ آپ تابعی تھے اور آپ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو بذاتِ خود دیکھا تھا، اور ان سے معلومات حاصل کی تھیں۔ مدینہ میں ایک ایک انصاری کے گھر جاتے اور ان سے رسولِ کریمؐ کے حالات اور ارشادات کے بارے میں پوچھتے اور ان کو قلمبند کرتے۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں دمشق کے اموی دربار سے وابستہ ہوگئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اموی حکمرانوں کی فرمائش پر انھوں نے سیرت اور مغازی پر مستقل کتابیں لکھی تھیں، لیکن وہ کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں، لیکن ان کی سند سے بہت سی متفرق روایات بعد کے مصنفین کے ہاں ملتی ہیں۔ آپ نے ۱۲۴ھ میں وفات پائی اور حجاز میں شغب کے مقام پر مدفون ہوئے جہاں ان کی اراضی تھی۔ امام زہری کی علمی جستجو اور ان کے درس کی وجہ سے لوگوں میں سیرت و مغازی کا بڑا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ ان کے حلقہ درس سے جو باکمال لوگ اٹھے، ان میں سے دو عالموں یعنی موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق نے اس فن میں خاص شہرت پائی۔

موسیٰ بن عُقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) حضرت زبیر بن العوّام کے موالی میں سے تھے! انھوں نے عہد رسالت کے اخبار و روایات کے جمع کرنے میں کمال جانفشانی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک "صاحب المغازی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام مالک بن انس ان کے بڑے مداح تھے۔ اور لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر فن مغازی سیکھنا ہو تو موسیٰ سے سیکھو۔ ان کی مغازی کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے روایات کی صحت کا بڑا اہتمام کیا۔ چنانچہ آپ کم عمر اور بے سمجھ لوگوں کی روایت نہیں لیتے تھے بلکہ ہمیشہ پختہ عمر اور پختہ فہم کے لوگوں سے روایت حاصل کرتے تھے۔ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کتاب دیگر کتب مغازی سے

---

[1] امام زہری کے لئے ملاحظہ کیجئے تہذیب التہذیب لابن حجر بذیل "محمد بن مسلم"

مقابلتاً مختصر ہے۔ عقبہ کی کتاب المغازی مدت تک شائع رہی اور واقدی، ابن سعد اور طبری کی کتابوں میں اس کے اکثر حوالے ملتے ہیں، لیکن مرورِ ایام سے آخرکار ناپید ہوگئی۔ اس وقت تک اس کا صرف ایک قطعہ ملا ہے، جسے پروفیسر زخاؤ نے جرمن ترجمہ کے ساتھ ۱۹۰۴ء میں شائع کر دیا تھا۔[1]

محمدؐ بن اسحٰق

دیگر علوم کی طرح تاریخ نویسی کا آغاز بھی بنو عباس کے زمانے میں ہوا اور اس کی ابتداء سیرت نگاری سے ہوئی۔ فن سیرت میں محمد بن اسحٰق مطّلبی (متوفی ۱۵۰ھ) نے اس قدر شہرت پائی کہ امام فنِ مغازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ محمد بن اسحٰق تابعی تھے، اور مدینہ میں سکونت رکھتے تھے۔ انھوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے عہدِ رسالت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ ابن اسحٰق نے مصر کا سفر اختیار کیا اور بعد ازاں بغداد گئے جہاں انھوں نے خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں باریابی حاصل کی اور اس کی خدمت میں اپنی "سیرت" پیش کی۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ ابن اسحٰق نے یہ کتاب خلیفہ مذکور ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ بہرحال جس زمانے میں امام مالک بن انسؒ نے علمِ حدیث میں اپنی مشہورِ عالم کتاب "مُوطّا" تالیف کی تھی، تقریباً انہی ایام میں ابن اسحٰق نے اپنی سیرت تصنیف کی۔ ابن اسحٰق نے اپنی زندگی کے آخری دن بغداد ہی میں بسر کئے اور اپنی وفات کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔

ابن اسحٰق کی سیرت میں اس قدر جامعیت، تفصیل اور معلومات کی فراوانی تھی کہ اکثر اہلِ علم نے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور بعد کے مورخوں اور مصنفوں نے سیرت نبوی کے بارے میں اس پر پورا پورا اعتماد کیا اور اس کو اپنا مأخذ بنایا۔ چنانچہ

---

[1] EDUARD SACHAU: DAS BERLINER FRAGMENT DES MUSA IBN UQBA, IN SITZUNGSBERICHTE D. PREUSS. AKADEMIC DER WISSENSCHAFTEN. BERLIN 1904, P.449.

امام طبری اور دیگر مورخین نے ابن اسحٰق سے بکثرت روایت کی ہے اور ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ کے سیرت والے حصہ میں اس کا جا بجا حوالہ دیا ہے۔ غرضکہ ابن اسحٰق کی سیرت اپنے فن میں ایک منفرد اور اساسی حیثیت رکھتی ہے اور بعد کے زمانے میں جس کسی نے سیرت نبوی کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اسے ابن اسحٰق کی خوشہ چینی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا۔

ساتویں صدی ہجری میں فارس کے حکمران ابوبکر سعد زنگی کی فرمائش پر سیرت ابن اسحٰق کا فارسی ترجمہ تیار ہوا تھا، جس کے قلمی نسخے پیرس کے قومی کتب خانہ الہ آباد پبلک لائبریری اور دارالعلوم دیوبند میں پائے جاتے ہیں۔

امتداد زمانہ سے ابن اسحٰق کی تالیف ناپید ہو گئی لیکن حال ہی میں اس کے بعض اجزاء مراکو میں دریافت ہوئے ہیں، جن کو ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (مقیم پیرس) ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ مراسلے سے معلوم ہوا کہ مطبوعہ اوراق کی ضخامت ڈیڑھ سو صفحات کے قریب ہو گی۔

سیرت ابن ہشام

محمد بن اسحٰق کے بعد عبدالملک بن ہشام نحوی کا زمانہ آیا، جس کا سنہ وفات ۲۱۳ ہجری اور بعض کے نزدیک ۲۱۸ھ ہے۔ اس نے ابن اسحٰق کی سیرت کی تلخیص و تہذیب کی۔ اس کے ابتدائی حصہ کا تعلق سیرت نبوی سے نہ تھا اس لئے اسے چھوڑ دیا، مشکل اور غریب الفاظ کے معنے لکھے۔ اشعار مندرجہ کی صحت یا عدم صحت کے متعلق اپنی رائے قلمبند کی اور بعض واقعات کا اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی تالیف کو جو صورت دی وہ اتنی مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصل کتاب کو فراموش کر دیا، چنانچہ آجکل لوگوں کے درمیان ابن اسحٰق کی جو کتاب متداول ہے وہ یہی ابن ہشام کی تلخیص ہے، جو "سیرت ابن ہشام" کے نام سے مشہور ہے۔

سیرت ابن ہشام کو سب سے پہلے جرمن مستشرق ویسٹن فیلٹ (WUSTEN FELD) نے ۱۸۶۰ء میں گوٹنگن سے اصل عربی میں شائع کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ کتاب مصر میں

کئی مرتبہ طبع ہوئی۔ ان طباعتوں میں بہترین ایڈیشن وہ ہے جسے مصطفیٰ السقّاء، ابراہیم ابیاری اور عبدالحفیظ شلبی کی تصحیح وتحشیہ سے مطبع مصطفیٰ بابی حلبی نے ۱۳۵۵ھ (مطابق ۱۹۳۶ء) میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع کیا۔ بہت سے مشکل الفاظ کو مشکول کرنے کے علاوہ ایڈیٹر صاحبان نے بہت سے توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں، جو اکثر سُہیلی کی شرح سے ماخوذ ہیں اور از بس مفید ہیں۔

سیرت ابن ہشام کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ پروفیسر وائل (GUSTAV WEIL) نے ۱۸۶۴ء میں اس کا جرمن ترجمہ شائع کیا تھا۔ اس کے نوّے سال بعد پروفیسر الفریڈ گیوم (GILLAUME) نے اسے انگریزی کا جامہ پہنایا۔ پروفیسر مذکور کو چند ایک عرب علماء کا تعاون حاصل تھا۔ اس لئے ان کا ترجمہ اپنی صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس انگریزی ترجمہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ فاضل مترجم نے ابن اسحٰق کے ان مقامات کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے جن کو ابن ہشام نے چھوڑ دیا تھا، لیکن وہ تاریخ طبری وغیرہ میں محفوظ ہیں[۱]۔

سیرت ابن ہشام کے چند ایک اردو تراجم بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ وہ ہے جسے مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر اخبار وطن نے مولوی محمد حلیم انصاری کی مدد سے ۱۹۱۴ء میں مکمل کیا اور لاہور سے دو حصوں میں شائع کیا۔ یہ ترجمہ ملخص ہے۔ دوسرا اُردو ترجمہ سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی نے تیار کیا اور عبدالرحیم اینڈ برادر تاجران کتب نے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں دو حصوں میں شائع کیا۔ مترجم نے اکثر عربی اشعار بغیر ترجمہ کے چھوڑ دیئے ہیں لیکن باقی ترجمہ خاصا گوارا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ اب نایاب ہوچکا ہے۔ تیسرا ترجمہ مولوی قطب الدین احمد محمودی کے قلم سے ہے، جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اہتمام سے

---

[۱] THE LIFE OF MUHAMMAD: A TRANSLATION OF IBN ISHAQUE SIRAT RASUL ALLAH, WITH AN INTRODUCTION AND NOTES BY A GUILLAUME, OXFORD U. PRESS 1955.

شائع ہوا تھا۔ اس کے پہلے دو حصے ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۸ء میں طبع ہوئے تھے، لیکن یہ ترجمہ دکن کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

سیرت ابن ہشام کی اہمیت کے پیش نظر امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن سُہیلی نے اس کی ایک شرح "الروض الانف" کے نام سے لکھی تھی، جو سُلطان مراکش کے صرفہ سے مصر میں ۱۳۳۲ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ امام موصوف اندلس کے ضلع مالقہ میں وادی سہیل کی ایک بستی میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے سہیلی کہلائے۔ علم تفسیر، حدیث نبوی اور رجال کے علاوہ تاریخ اور انساب کے بڑے ماہر تھے۔ تمام عمر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ ان کے حافظہ اور تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ الروض الانف جیسی ضخیم شرح کی املاء چار پانچ ماہ کی مدت میں ختم کر دی۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "میں نے یہ شرح ایک سو بیس کتابوں کی مدد سے لکھی اور اس کی املاء محرم ۵۶۹ھ میں شروع کر کے اسی سال کے جمادی الاُولیٰ میں ختم کر دی۔ میں نے اس میں ایسے علمی نکات بیان کئے ہیں جو میں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کئے تھے۔"[۱] غرضکہ اس شرح میں ایسی معلومات ملتی ہیں جو خود اصل کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے بعد کے مصنفوں نے سیرت نبوی کے سلسلہ میں سہیلی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

متقدمین کی مؤلفات

سیرت ابن ہشام کے علاوہ متقدمین کی تالیفات میں سیرت نبوی کے سلسلہ میں ذیل کی چار کتابیں بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں:-

۱۔ کتاب المغازی مؤلفہ الواقدی

محمد بن عمر واقدی (۱۳۰ھ تا ۲۰۷ھ) کا شمار اسلام کے اکابر مؤرخین میں ہوتا ہے۔ ابن سعد کے قول کے مطابق وہ ۱۳۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے جدّ امجد واقد کے

---

[۱] الروض الانف تالیف الامام السہیلی جزء اوّل صفحہ ۳ (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ)

نام پر واقدی کہلائے۔ اسلامی اخبار و روایات کو جمع اور مدوّن کرنے میں بڑا نام پیدا کیا چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید جب ۱۷۰ھ میں حج کے لئے حجاز آیا اور مدینہ منورہ میں وارد ہوا، تو اس موقع پر واقدی ہی نے اس کی رہبری کی تھی اور اسے مدینہ کے قدیم آثار اور تاریخی مقامات دکھائے تھے۔ بعدازاں خلیفہ المامون نے اسے بغداد کے مغربی حصہ کا قاضی مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقدی کو خلیفہ موصوف کا خاصا تقرب حاصل تھا کیونکہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا اور اس نے اپنا وصیت نامہ لکھوایا تو خلیفۂ وقت کو اپنا وصی بنایا اور خلیفہ نے بذاتِ خود اس کی وصیت کا اجراء کیا۔

ابن الندیم بغدادی نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت رومی نے معجم الادباء میں واقدی کی بیس اکیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں[1] جو بیشتر تاریخی نوعیت کی ہیں اور خصوصیت کے ساتھ غزواتِ نبوی اور فتوحاتِ اسلامی کے متعلق ہیں۔ ان میں سے "کتاب المغازی" ہم تک اپنی مکمل صورت میں پہنچی ہے۔ اس میں رسول کریمؐ کے غزوات کا جو بیان ہے وہ ابن اسحٰق کے بیان سے زیادہ مفصّل اور مبسوط ہے۔ امام طبری اور دوسرے مؤرخوں نے واقدی کو مغازی کے بارے میں سند مانا ہے۔ اور اپنی کتابوں میں اس سے بہت سے اقتباسات لئے ہیں واقدی نے واقعات کی تاریخیں معیّن کرنے کا خاص التزام کیا ہے اور مستشرقین کی تحقیق یہ ہے کہ واقدی نے ملکی فتوحات اور دیگر تاریخی واقعات کے جو سنین لکھے ہیں، ان کی سُریانی تاریخوں سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

فان کریمر نے گزشتہ صدی میں واقدی کی کتاب المغازی کا جو اڈیشن کلکتہ سے شائع کرایا تھا وہ ایک ناقص اور نامکمل نسخہ پر مبنی تھا۔ کتاب المغازی کا ایک مکمل، صحیح اور خوشخط نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے اور جرمن مستشرق ویلہاؤزن (WELLHAUSEN) نے کتاب کا جو جرمن ترجمہ ۱۸۸۲ء میں برلن سے شائع کیا تھا، وہ اسی نفیس نسخہ پر مبنی تھا۔

---

[1] کتاب الفہرست لابن الندیم البغدادی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۴۴۔ واقدی کے لئے دیکھئے نیز وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ثانی (مطبوعہ قاہرہ)

حال میں مسٹر جونز (JONES) نے اس نسخہ کو بڑی محنت سے ایڈٹ کر دیا ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اسے تین ضخیم جلدوں میں ۱۹۶۴ء میں شائع کر دیا ہے[1] مسٹر جونز نے کتاب المغازی کو بصورت احسن منظر عام پر لاکر تاریخ اسلام کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔

۲- کتاب الطبقات الکبیر لابن سعد

محمد بن سعد (۱۶۸ھ تا ۲۳۰ھ) واقدی کے شاگرد تھے اور اس کی تالیفات کی کتابت کیا کرتے تھے، اسی لئے "کاتب الواقدی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن بعدازاں بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ انھوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حالات میں ایک مبسوط کتاب لکھی جو اپنی ضخامت اور جامعیت کی بناء پر "کتاب الطبقات الکبیر" کہلاتی ہے۔ ابتدائی حصہ میں خاص رسول کریمؐ کی سیرت کا بیان ہے۔ اس کے بعد صحابہ، صحابیات اور تابعین کے حالات مندرج ہیں۔ ابتدائی حصہ یعنی "اخبار النبی" میں ابن سعد نے اپنے استاد واقدی کی کتابوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے، تاہم بعض واقعات کے متعلق اس نے دوسرے مصادر سے بھی معلومات حاصل کی ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ بہرحال یہ کتاب اسلام کی پہلی دو صدیوں کے مشاہیر کے حالات میں ایک بیمثال تالیف ہے، اور سیرت نبوی کے قدیم اور نہایت قیمتی مصادر میں شمار ہوتی ہے۔

ابن سعد کی اس لاجواب تالیف کو اختصار کے خیال سے "طبقات ابن سعد" بھی کہتے ہیں۔ پروفیسر زخاؤ (SACHAU) نے چند دیگر جرمن فضلاء کے تعاون سے اسے آٹھ جلدوں میں شائع کر دیا تھا۔ اشاریے ان کے علاوہ ہیں۔ پہلی دو جلدیں سیرت نبوی کے لئے وقف ہیں اور آٹھویں جلد صحابیات کے حالات میں ہے۔ چند سال ہوئے بیروت میں طبقات ابن سعد کا جو ایڈیشن طبع ہوا تھا وہ پروفیسر زخاؤ والے ایڈیشن کی نقل ہے۔

طبقات ابن سعد کے اکثر حصوں کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے دارالترجمہ

---

[1] KITAB AL-MAGHAZI OF AL-WAQDI, EDITED BY J. M. B. JONES. 3 VOLS. 1200 PP. OXFORD PRESS, 1964.

کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) "انساب الاشراف" مؤلفہ علامہ بلاذری

احمد بن یحییٰ البلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں۔ انھوں نے بغداد میں نشو و نما پائی تھی اور وہاں کے نامور علماء مثل ابن سعد اور المدائنی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا ان کی متعدد تالیفات میں سے دو اہم کتابیں ہم تک پہنچی ہیں: کتاب فتوح البلدان اور کتاب انساب الاشراف۔

"انساب الاشراف" عربوں کی ایک جامع تاریخ ہے، جس کی ترتیب ان کے نامور خاندانوں کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے بنو ہاشم کا بیان ہے جو رسول خدا (صلعم) کا خاندان ہے اور اس ضمن میں پوری سیرت نبوی آ گئی ہے۔ اس کے بعد بنو عباس، بنو اُمیّہ اور دیگر خاندانوں کا ذکر ہے۔ اس عہد کے دیگر مؤرخوں کی طرح بلاذری نے بھی انساب الاشراف کی تالیف میں یہ طرز اختیار کیا ہے کہ مختلف عنوان قائم کر کے ان کے ذیل میں متعدد روایات کو ان کے اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ایک مسلسل بیان کی صورت نہیں دی جیسا کہ آجکل کی تاریخی کتابوں کا دستور ہے۔

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، انساب الاشراف کا ابتدائی حصہ سیرتِ نبوی پر مشتمل ہے۔ اس میں اکثر روایات وہی ہیں جو دوسرے مورخین نے اپنے اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں، لیکن بعض روایات ایسی بھی ہیں جو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ بہر حال انساب الاشراف کا یہ ابتدائی حصہ بھی سیرت کے بنیادی مصادر میں شمار ہونے کے لائق ہے، جس کو فاضل معاصر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایڈٹ کر کے ایک مستقل مجلد کی صورت میں ۱۹۵۹ء میں قاہرہ سے شائع کر دیا ہے۔ یہ اڈیشن جس کے صفحات کی تعداد ۶۲۲ ہے، استنبول کے ایک نادر قلمی نسخہ پر مبنی ہے۔

۴۔ تاریخ الرسل والملوک مؤلفہ امام طبری

امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) طبرستان میں پیدا ہوئے اسی لئے طبری کہلائے ایام جوانی میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی ساری عمر

یہیں تعلیم و تالیف میں لبسر کر دی۔ تاریخی روایات کے جمع و تدوین میں اپنے تمام پیشرو مورخین پر سبقت لے گئے، چنانچہ ان کی تاریخ اسلام کی پہلی تین صدیوں کے متعلق معلومات، ایک ایسا بے بہا خزانہ ہے جو عربی ادب میں عدیم النظیر ہے۔ امام موصوف نے بہت سی تاریخی روایات کو مختلف مصادر سے لے کر اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے سن وار لکھا ہے۔ لبعض اوقات ایک ہی واقعہ کو مختلف راویوں کی زبانی مختلف صورتوں میں قلمبند کیا ہے۔ اس طرز تالیف سے اگرچہ سلسلہ کلام طویل ہو گیا ہے لیکن راویوں کی اور ان کی روایات کی تنقید آسان ہو گئی ہے۔ تاریخ طبری گویا تاریخ اسلام کی ایک SOURCE - BOOK ہے۔

زمانے کی دست برد سے تاریخ طبری کے اجزاء بکھر گئے تھے اور اکثر علماء اس کے مکمل نسخہ کے حصول سے ناامید ہو چکے تھے۔ ان حوصلہ فرسا حالات میں لائڈن یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ڈی خویہ (DE GOEJE) نے اس کو مکمل طور پر شائع کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اس کے منتشر اجزاء کو مختلف کتب خانوں سے جمع کیا اور چند دیگر فضلاء کے تعاون سے بیس سال کی مسلسل محنت کے بعد اس کا ایک شاندار اڈیشن بارہ جلدوں میں شائع کیا اور اشاریہ کے علاوہ مشکل الفاظ کی ایک فرہنگ بھی تیار کی جو ۷۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ طبری تقریباً ناپید ہو چکی تھی۔ مگر پروفیسر ڈی خویہ کی ہمت اور علم دوستی قابل صد ستائش ہے کہ انھوں نے امام طبری کی بے نظیر تاریخ کو از سر نو زندہ کیا۔ مصر میں تاریخ طبری کے جو نسخے چھپے ہیں، وہ اسی مغربی اڈیشن کی نقل ہیں۔ ان مصری طباعتوں میں بہترین اڈیشن[1] وہ ہے جو محمد الو الفضل ابراہیم کی تصحیح سے قاہرہ کے دار المعارف کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ (قاہرہ ۱۹۶۰ء۔)

تاریخ طبری کا جو حصہ سیرت نبوی کے متعلق ہے وہ خاصا ضخیم ہے اور جامعۂ عثمانیہ کے اہتمام سے اردو میں منتقل ہو کر حیدر آباد دکن میں طبع ہو چکا ہے۔ تاریخ طبری کا یہ حصہ بھی سیرت نبوی کے نہایت اہم مصادر میں شمار ہوتا ہے۔

متاخرین کی تالیفات

سیرت نبوی کے متعلق متاخرین کی کتابیں بکثرت ہیں، جن کا حاجی خلیفہ نے کشف الظنون

میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ذیل کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں:-

۱۔ کتابُ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ

اس معروف اور مقبول کتاب کے مصنف قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض ہیں جو بالعموم قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۴۹۶ھ میں سبتہ (مراکو) کے شہر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ پھر قرطبہ چلے گئے، اور وہاں ابو الولید ابن رشد اور بہت سے دیگر فضلاء سے فیض حاصل کیا اور علم حدیث میں تخصص پیدا کیا۔ بعد ازاں سبتہ کے قاضی مقرر ہوئے اور دادگستری میں بڑا نام پایا۔ آپ نے تقریباً بیس کتابیں لکھیں جن میں سب سے زیادہ مشہور "کتاب الشفاء" ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے رسول پاکؐ کے فضائل، محاسنِ اخلاق اور معجزات و کرامات کو ایسے مؤثر اور دلپذیر پیرایہ میں بیان کیا ہے، کہ ان کے ایک ایک لفظ سے رسول مقبولؐ کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔

کتاب الشفاء استنبول، قاہرہ اور ہندوستان میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اور اس کا اُردو ترجمہ حافظ محمد اسمٰعیل کاندھلوی کے قلم سے "شمیم الریاض" کے نام سے مطبع منشی نولکشور لکھنؤ کی طرف سے ۱۹۱۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

مصر کے مشہور ادیب شہاب الدین خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ) نے کتاب الشفاء کی ایک مبسوط شرح لکھی تھی جو ۱۲۶۷ھ میں استنبول میں چار جلدوں میں طبع ہوئی تھی[1]

۲۔ عیُون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر

اس کتاب کے مؤلف مصر کے مشہور عالم حافظ ابو الفتح ابن سید الناس (۶۷۱ھ تا ۷۳۴ھ) ہیں۔ انھوں نے علوم اسلامیہ دینیہ میں سے حدیث نبوی میں تخصص پیدا کیا اور ایک مدت تک مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ مذکورہ بالا کتاب جس کا موضوع

---

[1] قاضی عیاض کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو حافظ ابو العباس المقری کی تالیف "ازہار الریاض فی اخبار قاضی عیاض" جو تونس میں طبع ہو چکی ہے۔

سیرت نبوی ہے، بڑی جامع اور متین ہے اور معتبر اور مستند روایات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے، محدثین کے طریق پر سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ قاہرہ میں دو جلدوں میں ۱۳۵۶ھ میں طبع ہو چکی ہے

۳۔ زادُ المعاد فی ھَدی خیر العباد

اس کتاب کے مصنف حافظ ابن قیمؒ الجوزیہ (۶۹۱ھ تا ۷۵۱ھ) ہیں، جو آٹھویں صدی ہجری کے ایک ممتاز عالم دین تھے اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور زندگی بھر کے رفیق تھے۔ کتب سیرت میں "زاد المعاد" اس لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں رسول پاکؐ کے حالات اور عہد رسالت کے واقعات بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول مقبولؐ کے فلاں قول یا فلاں فعل سے کیا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان کے حالات اور معمولاتِ زندگی میں ہمارے لئے کیا کچھ سامانِ موعظت موجود ہے۔ غرضکہ اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریمؐ کا اسوۂ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے شمع ہدایت کا کام لے سکتی ہے۔

یہ قابل قدر کتاب اپنی غیر معمولی دلچسپی اور افادیت کی وجہ سے مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ عہد حاضر کے ایک مصری عالم شیخ محمد ابو زید نے "ہُدَیُ الرَّسول" کے نام سے اس کا اختصار کر دیا ہے اور اس سے ان دقیق مسائل کو نکال دیا ہے جو طبقۂ علماء کے ساتھ مخصوص تھے، تاکہ عوام بھی اس مفید کتاب سے براہِ راست فیض یاب ہو سکیں۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس اختصار کا اردو میں ترجمہ کر دیا تھا جو الہلال بک ایجنسی کی طرف سے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔

۴۔ المواہب اللدُنّیہ بالمنح المحمّدیہ تالیف القسطلّانی

ابو العبّاس احمد بن محمّد شہاب الدین قسطلّانی مصر کے ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے جو ۸۵۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۹۲۳ھ میں رحلت کر گئے۔ انھوں نے صحیح البخاری کی شرح "ارشاد الساری" کے نام سے لکھ کر بڑی شہرت پائی۔ ان کی دوسری اہم

کتاب "المواہب الدنیّہ" فن سیرت میں ہے۔ اور بڑی مشہور اور مقبول ہے اور دو ضخیم جلدوں میں ۱۲۸۱ھ میں قاہرہ میں طبع ہو چکی ہے [۱]

"المواہب الدنیّہ" کی مقبولیت کی وجہ سے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ مفصل شرح محمد بن عبد الباقی زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) کی ہے جو علمی حلقوں میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ زرقانی جو مصر کے ایک قریہ زرقان کی طرف منسوب ہیں، اپنے وقت کے ایک جیّد عالم اور مشہور استاد تھے۔ ان کی شرح سیرت نبوی کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا ایک بے بہا گنجینہ ہے۔ فاضل شارح نے ہر واقعہ اور ہر موضوع کے متعلق مختلف مصادر سے ضروری مواد یکجا کر دیا ہے، جس سے مختلف روایات کا باہمی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ اور تحقیق و تدقیق میں آسانی رہتی ہے۔ یہ شرح کیا ہے گویا سیرت نبوی کی ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور دوسرے وسیع النظر مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ زرقانی کی شرح سب سے پہلے بولاق کے سرکاری مطبع میں ۱۸۷۲ھ میں آٹھ ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی۔ یہ طبع اوّل سب سے بہتر ہے، کیونکہ بعد کی طباعتیں کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے ناقص ہوتی چلی گئی ہیں۔

۵۔ الخمیس فی احوال انفس نفیس

یہ کتاب شیخ حسین بن محمد دیار بکری (متوفی ۹۶۶ھ) کی تالیف ہے اور چونکہ پانچ حصوں میں منقسم ہے، اس لئے بالعموم "تاریخ الخمیس" کے نام سے مشہور ہے، اس کا بیشتر حصہ جو ۵۰۶ صفحات پر مشتمل ہے، سیرت نبوی کے لئے وقف ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کتب سیرت کے علاوہ تفاسیر قرآن، کتب حدیث اور دیگر نوعیت کی بہت سی کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی تعداد ایک سو بائیس (۱۲۲) ہے اور جن کے نام مصنف نے اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھ دیئے ہیں۔ اس وجہ سے اس کے مضامین میں جامعیت کے ساتھ ساتھ بڑا تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ اور علماء نے اسے ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے فن سیرت کی اہم اور مستند کتابوں میں شمار کیا ہے۔ تاریخ الخمیس کے ایک قلمی نسخہ کے

---

[۱] علامہ قسطلانی کے لئے دیکھئے شذرات الذہب لابن العماد بذیل ۹۲۳ھ

دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیار بکری نے اس کی تالیف سے ۹۴۶ھ میں فراغت پائی تھی۔

تاریخ الخمیس سب سے پہلے قاہرہ کے مطبع وہبیہ میں ۱۲۸۳ھ میں مصطفیٰ بن محمد کی تحقیق و تصحیح سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں اس کا ایک اور اڈیشن مطبع عبدالرزاق میں ۱۳۰۲ھ میں دو جلدوں میں طبع ہوا۔

۶- انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون

سیرت کی یہ مقبول کتاب علامہ علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ) کی تالیف ہے، اسی لئے اپنے مؤلف کے نام پر "سیرتِ حلبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے اپنی تالیف کی ابتداء میں صراحت کر دی ہے یہ کتاب فن سیرت کی دو معروف کتابوں سے ماخوذ ہے یعنی حافظ ابن سید الناس کی "عیون الاثر فی فنون السیر" اور شمس الدین شامی کی "سُبل الھدیٰ والاِرشاد فی سیرۃ خیر العباد" جو عام طور پر "سیرت الشامی" کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں تک "عیون الاثر" کا تعلق ہے بڑی معتبر اور مستند کتاب ہے۔ لیکن اسناد کے التزام نے اسے طویل بنا دیا ہے، لہٰذا علامہ حلبی نے اس سے استفادہ کرتے وقت اس کی اسناد کو حذف کر دیا ہے۔ باقی رہی "سیرت الشامی" اس میں ہر قسم کی ضعیف اور سقیم روایتیں بھی شامل ہیں، اس لئے حلبی نے ان کے بارے میں انتقاد و احتیاط سے کام لیا ہے۔

"سیرت حلبیہ" مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۲۰ھ میں قاہرہ سے تین جلدوں میں شائع ہوا تھا، جس کی مجموعی ضخامت بارہ سو صفحات کے قریب ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیگر کتب سیرت کے مقابلہ میں "سیرت حلبیہ" کافی مفصل ہے۔ اس ضخامت اور تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ سیرت اور مغازی کے واقعات لکھنے کے علاوہ مصنف نے بہت سے ایسے مسائل سے بھی بحث کی ہے جن کا تعلق عقائد اور عبادات وغیرہ سے ہے بہر حال "سیرت حلبیہ" اپنے فن کی مشہور اور متداول کتابوں میں سے ہے۔